مشکور حسین یاد کے انشائیوں کا فکری وتنقیدی جائزہ

زبیدہ خانم

Abstract:

Prose (Inshaya) is a genre of Urdu Literature that transformed from english language to urdu and its importance is increasing day by day. Moshkor Hussain yaad has has a anciant relation with prose. He started prose in 1939-40. Mashkor Hussain yaad is not infavour of such prose where principles are to be followed about the proportion of satire and humour. may be followed rather, in prose every form of litrary entertainment may be at its Peak. He does not Consider prose as a new genre rather he tries to make it clear that prose may be wrote in every style. It does not specifice to any style. If we study the writings of mashkor Hussain yaad, bitterness is never felt there. Humour, though it is pure in nature, its foundation is based only on society and its norms. Mashkor Hussain yaad is fully aware of it.

اپنے خیالات وافکار کے اظہار کے لیے ادیب مختلف سانچوں کو اپنا وسیلہ بناتا ہے اور اصطلاح میں ان سانچوں کو اصناف کہتے ہیں۔انشائیہ اردو ادب کی ایک ایسی صنف نثر ہے جو انگریزی سے اردو میں منتقل ہوئی اور اب اس کی مقبولیت میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔انشائیہ مضمون ہی کی طرح کا ایک نثر پارہ ہوتا ہے لیکن جب انشائیہ اور مضمون اور پھر ان کی خصوصیات کا بغور مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انشائیہ مضمون سے بڑی حد تک مختلف ہے۔

مضمون نگاری کی صنف بھی انگریزی سے ہی اردو میں منتقل ہوئی ہے اور اس صنف کو (Essay) کہتے ہیں۔ انشائیہ اپنی ساخت انداز بیان اور شگفتگی کی بنا پر مضمون سے مختلف ہوتا ہے۔مضمون چونکہ ایک عمومی اصطلاح ہے اس لیے مختلف مضامین کو ایک دوسرے سے ممیّز کرنے کے لیے تعریفی کلمات کا استعمال کیا جاتا ہے۔مثلاً تنقیدی مضامین، ادبی مضامین علمی مضامین، تاریخی مضامین، شخصی اور غیر شخصی مضامین وغیرہم۔

انشائیہ کا تعلق Light Essary یا Personal Essay سے ہے۔اس صنف کا بانی فرانسیسی شراد

مشیل دی مونتیں (۱۵۹۲ء۔۱۵۳۳ء) تھا۔

مانتیس (Manteson) نے مختلف موضوعات سے ہلکے پھلکے انداز میں شخصی زاویہ نگاہ سے مختصر تحریریں لکھیں۔ انہیں Essai کے نام سے پیش کیا ان تحریروں کے لکھتے وقت شاید اسے خود بھی احساس نہیں تھا کہ وہ ایک نئی صنف کی بنیاد رکھ رہا ہے اس لیے اس نے اپنی تحریروں کو سعی قرار دیا تھا۔

لفظ Essai جس نے بعد میں Essay کا روپ اختیار کیا۔ اس کی تاریخ بہت دلچسپ ہے ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی رقم طراز ہیں:

''اسائی (Essai) عربی لفظ السعی کی فرانسیسی شکل معلوم ہوتی ہے۔ دونوں الفاظ کوشش کے معنی و مفہوم کو ظاہر کرتے ہیں۔ مانا جاتا ہے کہ لفظ اسی یونانی زبان سے فرانسیسی زبان میں آیا ہے مگر گمان غالب ہے کہ عربی لفظ السعی ہی اس کی اصل ہے۔ صدیوں تک اندلس اور جنوبی فرانس پر عربوں کا سکہ چلتا رہا ہے۔ اسی وجہ سے فرانسیسی زبان میں لاطینی سے زیادہ عربی الفاظ رائج ہیں ممکن ہے کہ اسائی بھی ان میں سے ایک ہو۔''[۱]

ڈاکٹر ظہیر الدین مدنی کے بیان کی تصدیق محمد ارشاد نے ان الفاظ میں کی ہے اور وہ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

''فرانسیسی زبان کا لفظ Essai درحقیقت فرانسیسی زبان کا نہیں بلکہ عربی زبان کا لفظ السعی ہے۔ عربی زبان میں اسائی کے معنی کوشش اور کوشش کرنا کے ہیں۔ السعی کے معنی کوشش کرانا کے ہیں اور یہی معنی Essai کے بھی بیان کیے جاتے ہیں۔ مونتیسن (Manteson) جنوبی فرانس کا رہنے والا تھا جنوبی فرانس میں بولی جانے والی بولی Language D,oil سے اس بنا پر ممتاز ہے کہ اس میں عربی الفاظ کی بہتات ہے۔ جنوبی فرانس عربوں کی نو آبادی رہ چکا ہے اور محققین وہاں کی زبان پر عربی زبان کے اثرات تسلیم کرتے ہیں۔''[۲]

مذکورہ بالا مندرجات سے ظاہر ہوتا ہے کہ Essai لاطینی نہیں بلکہ عربی لفظ سے بنا ہے جسے مونتیسن نے اپنی تحریروں کے لیے استعمال کیا لیکن جب یہ لفظ انگریزی میں آیا تو Essay بن گیا۔

انگریزی میں اس صنف کو متعارف کروانے کا سہرا سر فرانس بیکن کے سر ہے چونکہ بیکن بنیادی طور فلسفی تھا اس لیے اس کے Essay ہلکے پھلکے فلسفیانہ مضامین کی صورت اختیار کر گئے۔ ان مضامین بیکن کی شخصیت مونتیسن کی طرح تو نظر نہیں آتی۔ البتہ ان میں علم و دانش کا وسیع ذخیرہ ضرور موجود ہے۔ برکس ہیڈ بیکن مضامین کے بارے میں لکھتے ہیں: ''بیکن کے انشائیے قد و قامت کے اعتبار سے چھوٹے تھے لیکن ان میں دانش کا وسیع ذخیرہ موجود تھا۔''[۳]

مونتیسن سے بیکن نے انشائیہ کی حیثیت تو حاصل کر لی تھی لیکن اپنے مضامین پر فرانسیسی مزاج کا سایہ بھی پڑنے نہیں دیا۔

بیکن کے بعد جو ایسے رائٹر اس دور میں ابھرے ان میں جانسن سر تھامس اور جان ارل ہیں۔ان رائٹر کے ہاں کردار معاشرے اور مصنف کی شخصیت کا حصہ نظر آ تا ہے۔انگریزی ادب کی خوش قسمتی ہے کہ اسے ابراہیم کاڈلے جیسا انشائیہ نگار ملا جس نے عالمانہ اسلوب سے انحراف کیا اور انشائیہ کو دوبارہ انکشاف ذات کی ڈگر پر ڈالدیا اور اسکی اصل مزاج کی تجدید بھی کی۔اس نے نہ صرف ماتیسن (Manteson) کے انشائیوں کی اصل روح تک رسائی حاصل کی بلک اپنے انشائیوں میں اسے صحیح طور پر پیش کیا۔یہ الگ بات ہے کہ انگریزی ادب میں اس کا مقام مرتبہ زیادہ بلند نہیں ہے مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ انگریزی کا کامیاب انشائیہ نگار رہے۔ڈاکٹر جانسن ابراہیم کاڑلے کے انشائیوں کے بارے میں لکھتے ہیں:''اس کے خیالات فطری اور اسلوب رواں ہے؟''[۴]

اس سلسلے میں پروفیسر غلام جیلانی اصغر لکھتے ہیں:''کوئی انشائیے جس میں انشائیہ نگار کی ذات موجود نہ ہو ایک تاریخی یا تنقیدی انشائیہ تو کہلا سکتا ہے لیکن وہ انشائیہ کے اصلی مزاح کے قریب نہیں''[۵]

انگریزی ادب میں پہلا انشائیہ نگار ابراہیم کاڈلے ہے جس نے انشائیہ کے منفرد مزاج کو سمجھا اور اس کا انشائیہ کچھ اپنے بارے میں اس مزاج (on myself) کی پوری عکاسی کرتا ہے اٹھارہویں صدی کے اول میں انگریزی essay کے افق پر رچرڈ یل اور جوزف ایڈیس نمودار ہوئے انگریزی ایسے کو انہوں نے پختہ بنیادوں پر استوار کیا اور اسکو نقطہ عروج پر پہنچایا۔اس کے بارے میں برکن ہیڈ لکھتے ہیں:

> ''یہ چند دماغ جو مکمل اور رغبت افزا تھے اپنے موضوع کو کفایت لفظی سے منکشف کرتے اور ہمیشہ ایسے موضوعات پر قلم اٹھاتے جنہیں ان کی نظر نے زندگی کے پورے گھمسان سے اپنی جانب کھینچ لیا تھا۔''[۶]

ایڈیسن وسٹیل کے بعد جو ایسے رائٹر زیادہ نمایاں ہوئے ان میں سے ایک ڈاکٹر سونیل جانسن بھی ہیں وہ خود کو معلم اخلاق اور ناصح سے سمجھتا تھا اور یہی رجحان اس کی تحریروں میں جھلکتا نظر آ تا ہے۔

اردو ادب میں مضمون نگاری کی صنف کے بانی نسر سید احمد خان ہیں۔ادب کی یہ صنف جسے انگریزی میں Essay کہتے ہیں سرسید سب سے پہلے اسے یورپ سے لے کر آئے اور اردو ادب میں اسے رائج کیا۔سرسید احمد خاں ۱۸۴۹ء میں انگلستان گئے تو وہاں کے لوگوں کی ترقی کے ساتھ ساتھ وہاں کے علم وادب تعلیم وتدریس اور تہذیب سے بھی بے حد متاثر ہوئے۔

ماسٹر رام چندر کو یہ اہمیت ضرور حاصل ہے کہ انہوں نے تہذیب الاخلاق رسالہ سے بہت عرصہ قبل اپنے رسائل کا اجرا کیا اور موضوعاتی مضمون نویسی کو فروغ دینے کی کوشش کی۔لیکن انہیں انشائیہ نگاروں میں شامل نہیں کیا جا سکتا ہے۔برصغیر پاک وہند میں سرسید احمد خاں ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اردو میں انگریزی ایسے کو باقاعدہ متعارف کروایا۔اس سلسلے میں ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار لکھتے ہیں:''اردو ادبیات میں مضمون نگاری انگریزی ادبیات

کے زیر اثر انیسویں صدی میں شروع ہوئی اور سر سید احمد خاں اردو میں اس صنف ادب کے باقاعدہ آغاز کرنے والے ہیں۔''۷

ڈاکٹر زکریا جہاں سرسید کو اولین انشائیہ نگار قرار دیتے ہیں وہاں پروفیسر نظیر صدیقی نے سرسید کے مضمون امید کی خوشی کو اردو انشائیوں کے اولین نمونوں میں شمار کرتے ہوئے یہ استدلال پیش کرتے ہیں:

''اول تو اس لیے کہ اس مضمون کے انداز بیں میں شگفتگی پائی جاتی ہے۔دوسری چیز جو امید کی خوشی کو انشائیے کے دائرے میں لے آتی ہے وہ اس کے آخری حصے کا شخصی عنصر ہے جو ان کی قوم پر ستانہ دیوانگی کی طرف ایک خوبصورت اشارہ ہے۔''۸

مذکورہ بالا آرا کی توثیق کرتے ہوئے ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:''اردو میں سب سے پہلے سرسید نے''تہذیب الاخلاق''میں انگریزی ایسے کے انداز میں مضامین کا ایک سلسلہ قلمبند کیا تھا۔''۹

سرسید کے عہد میں جس شخصیت نے رواں نثر لکھی وہ محمد حسین آزاد ہیں آزاد کے یہ مضامین خوش بیانی کے موقع اور لفظی مصوری کے نادر نمونے ہیں نیرنگ خیال کے مضامین انگریزی ادیبوں اور جانسن کے انشائیوں کے تراجم ہیں مگر مشرقی فضا سے اس طرح ہم آہنگ ہیں کہ ان میں تبدیلی معلوم ہی نہیں ہوتی لکھتے ہیں:''میں نے انشا پردازوں کے خیالات سے چراغ شوق روشن کیا۔بڑی بڑی کتابیں ان مطالب پر مشتمل ہیں جنھیں Essay کہتے ہیں۔''۱۰

جن انشا پردازوں کے ہاں کسی نہ کسی صورت میں انشائیہ مل جاتا ہے ان میں میر ناصر علی دہلوی،سجاد حیدر یلدرم،نیاز فتح پوری،فرحت اللہ بیگ،خواجہ حسین نظامی،عبدالعزیز فلک پیا،ابوالکلام آزاد،سید احمد صدیقی،کرشن چندر اور پطرس کے نام قابل ذکر ہیں اور انشائیہ کے ارتقا میں انہیں عبوری دور کی انشائیہ نگار قرار دیا جاسکتا ہے۔

جب اس امر کی ہم تحقیق کرتے ہیں کہ انشائیہ کی اصطلاح کب ادبی دنیا میں رائج ہوئی اس سلسلے میں مختلف آرائے ناقدین نظر آتے ہیں۔اس کی ابتدا کچھ ناقد آدم سے کرتے ہیں اور کچھ کے نزدیک اس کا آغاز بیسویں صدی میں ہوا۔بقول ڈاکٹر وحید قریشی:

''دنیا کا قدیم ترین انشائی ادب وہ تھا جس کی تخلیق آدم نے حوا سے اظہار محبت کرتے ہوئے کی تھی۔اس زمان سے لے کر آج انسانی ذہن کی یہ ترنگ جاری ہے اور انشائی ادب تخلیق ہو رہا ہے۔''۱۱

Essay کے لیے اردو میں انشائیہ کا لفظ سب سے پہلے اختر اورینوی نے استعمال کیا۔۱۹۴۵ء میں سید علی اکبر قاصد کے انشائیوں کا مجموعہ''ترنگ''کے زیر عنوان پٹنہ سے شائع ہوا اس کا تعارف کلیم الدین احمد اور دیباچہ اختر اورینوی نے لکھا تھا۔اختر اورینوی نے دیباچے کا آغاز ان سطور سے کرتے ہیں:''اردو ادب میں

انشائیوں Essay اور خاکوں کی بڑی کمی ہے کبھی کبھار کوئی اچھا سا انشائیہ پرچوں میں نکل آتا ہے تو دو گھڑی کے لیے جی بہل جاتا ہے۔''[۱۲]

انشائیہ کے ایک اور نقاد ذوالفقار علی بھی اسی رائے سے متفق ہیں اور وہ لکھتے ہیں:

> ''اردو ادب میں انشائیہ انگریزی ادب کے Essay کی طرح ایک مخصوص صنف ادب کی حیثیت رکھتا ہے پہلے Essay سے مضمون مراد لیا جاتا تھا لیکن ڈاکٹر اختر اورینوی نے پہلی مرتبہ اس لیے لفظ انشائیہ کی اصطلاح مخصوص کی۔''[۱۳]

انشائیہ کا لفظ سب سے پہلے بطور اصطلاح اختر اورینوی نے استعمال کیا یہ درست ہے لیکن اس کے بعد اپریل ۱۹۵۲ء میں ڈاکٹر ایم ڈی تاثیر نے اپنے ایک خط جو انہوں نے مولانا حامد علی خاں کو لکھا اس میں Essay کے لیے انشائیہ کا لفظ تجویز کیا ہے۔

۱۹۵۹ء دسمبر میں انشائیہ کا لفظ ایک بار پھر سامنے آیا اور یہ لفظ ڈاکٹر وزیر آغا کے انشائیہ چھکڑا کے لیے استعمال ہوا تھا مرزا ادیب ان الفاظ میں اس کا تعارف کرواتے ہیں: ''ڈاکٹر وزیر آغا کے انشائیے کی اہم ترین خوبی یہ ہے کہ وہ بہت بڑی باتیں بہت ہلکے پھلکے انداز میں کہہ جاتے ہیں۔''[۱۴]

لفظ انشائیہ وزیر آغا کی اختراع نہیں ہے بلکہ انہوں نے یہ لفظ کسی ادبی رسالے میں پڑھا اور اسے light essay کے اردو مترادف کے طور پر فروغ دینے کی کوشش کی احمد جمال پاشا لکھتے ہیں:

> ''انشائیہ کے سلسلے میں قواعد کی کتابوں میں انشائی کا لفظ برابر ملتا ہے اور انشائیہ کا لفظ استعمال بھی ہوتا رہا ہے مگر light essay کے لیے انشائیہ کی اصطلاح سب سے پہلے وزیر آغا نے استعمال کی۔ اسے برتا اس کے فنی نمونے تخلیق کیے اور اسے ایک صنف ادب اور تحریک کی شکل دی۔''[۱۵]

سہیل عمر لکھتے ہیں:

> ''انشائیے میں انشائیہ نگار موضوع کے حوالے سے اپنے تجربات و احساسات، خیالات اور جذبات کو اس طرح سموتا ہے کہ وہ اس کے دل کے ترجمان ہونے کے ساتھ ساتھ خارج کے نمائندہ بھی بن جاتے ہیں۔''[۱۶]

پروفیسر نظیر صدیقی اظہار خیال کرتے ہیں:

> ''انشائیہ کی وہ صنف ہے جس میں حکمت سے لے کر حماقت تک ساری منزلیں طے کی جاتی ہیں یہ وہ صنف ادب ہے جس میں بے معنی باتوں میں تلاش کیے جاتے ہیں اور با معنی باتوں کی اہمیت اجاگر کی جاتی ہے یعنی Sense میں Non Sense اور Non Sense اور سنجیدہ ہونے کے باوجود غیر سنجیدہ یعنی با الفاظ غالب لکھنے والے کی ہے خودی میں ہشیاری، ہشیاری میں بے خودی پائی جاتی ہے۔ یہ ادب کی وہ صنف ہے جس میں کہیں سچ میں جھوٹ کی آمیزش ہوتی ہے اور ہمیں

جھوٹ میں سچ کی پگڑی یہ وہ صنف ادب ہے جس میں نہ صرف ایسا نام اور دوسروں کی پگڑی اچھالی جاتی ہے بلکہ اپنی گاڑی اور دوسرے کا نام بھی۔''۱۷

انشائیہ نگار انشائیہ میں دلچسپی برقرار رکھنے کے لیے کبھی کبھار طنز و مزاح سے بھی کام لیتا ہے یہ انشائیہ نگار کے مزاج پر منحصر ہے کہ وہ طنز و مزاح کو کس حد تک اور کس انداز میں استعمال کرتا ہے۔ بہر حال اس سلسلے میں ایک احتیاط لازمی ہے کہ طنز و مزاح انشائیہ کے مزاج پر غالب نہ آئے۔ کیونکہ طنز اور مزاح ایک الگ چیز ہے۔ مزاح زندگی کی ناہمواریوں اور افراد کی خامیوں پر دل شاد کرنے کا نام اور طنز نفرت و حقارت کا اظہار کا نام۔ مزاح نگار اپنی ہنسی میں دوسروں کو شریک کرتا ہے اور طنز یہ نگار دوسروں پر ہنستا ہے نظیر صدیقی ان لوگوں سے اختلاف کیا ہے جو انشائیہ کو طنز و مزاح کے مترادف خیال کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں: ''انشائیہ عموماً طنز و مزاح سے خالی نہیں ہوتا پھر بھی اسے طنز و مزاح نگاری کا مترادف سمجھنا درست نہیں۔''۱۸

مرزا حامد بیگ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

''انشائیہ موضوع اور اسلوب کے لحاظ سے مزاحیہ نہیں ہے انسان سے تعلق کے باوجود زندگی اور زندگی گزارنے والوں کی خلصت میں ناہمواریوں کی تلاش نہیں کرتا نہ ہی اس کا چلن satire کا ہے جس کا جنم جھنجھلاہٹ سے ہے اور جس میں طنز نگار کی شخصی برتری کا پہلو نمایاں ہو کر تلخ اندیشی، نفرت اور حقارت اگلنا ہے یہ پیروڈی بھی نہیں ہے اسی طرح طنز اور تعریف کی ناپسندیدگی کو پسندیدگی کی حدود میں لانے کی خواہش بھی دم توڑ دیتی ہے۔''۱۹

انشائیہ کا بنیادی وصف موضوع کو نئے زاویے سے دیکھنا اور اس کی نئی جہات کو قاری پر منکشف کرنا ہے۔ انشائیہ نگار تسلیم شدہ حقائق کے منفی پہلوؤں کی طرف اشارہ کرنے کے علاوہ اس کے وہ مثبت پہلو بھی اجاگر کرتا ہے۔ جو خصوصاً قارئین کی نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ انشائیہ نگار عموماً تسلیم شدہ حقائق کے ہی مثبت اور منفی پہلوؤں پر اظہار خیال نہیں کرتا بلکہ اس کے لیے اس کائنات کی بیکراں وسعت کی ہر شے اور اس کا ہر پہلو اپنے اندر ایک جہان معنی رکھتا ہے۔ اور انشائیہ کو اپنے انکشاف پر اکساتا ہے۔ دراصل انشائیہ نگار یکسانیت کے خلاف ہے اس لیے وہ عموماً نکتہ آفرینی سے کام لے کر عام موضوع کے بارے میں ایسے ایسے انکشافات کرتا ہے جو قاری کے لیے ایک خوشگوار مسرت کا باعث بنتے ہیں۔

مشکور حسین یاد کی انشائیہ نگاری کا فکری و فنی جائزہ:

اردو کے مّتنا انشائیہ نگاروں میں مشکور حسین یاد کا شمار ہوتا ہے انہوں نے اردو انشائیہ کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا اور اردو ادب میں انشائیہ کی صنف کو نکتہ عروج پر پہنچایا بشیر سیفی ان کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پاکستان میں اردو انشائیہ کے تدریجی ارتقا میں (مشکور حسین یاد) ان کو فراموش نہیں کیا جا سکتا کیونکہ انہوں نے اردو انشائیہ کے ابتدائی دور ہی میں اس کی طرف توجہ کی اور انشائیہ کے فروغ کے لیے زمین ہموار کرنے میں اپنا حصہ ادا کیا۔''۲۰

اردو ادب کی نسبتاً نئی صنف انشائیہ ہے اور ہمارے بہت سے ادیب اس صنف کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے انشائیے بھی لکھے مگر بقول احمد ندیم قاسمی: ''میں سمجھتا ہوں کہ زمانہ حال میں جن اہل قلم نے انشائیہ نگاری کو اظہار کو ذریعہ بنایا ہے ان میں سید مشکور حسین یاد کا نام سرفہرست ہے۔''۲۱

احمد ندیم قاسمی کہتے ہیں کہ انشائیہ نگاروں کو مضمون نگاروں سے الگ پانے کے لیے سید مشکور حسین کے انشائیوں کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے کیونکہ ان کے انشائیے اس صنف ادب کے نہایت بلیغ اور موثر ہوتے ہی۔ مشکور حسین یاد کے انشائیوں میں وہ تمام خصوصیات متوازن اور متناسب صورت میں موجود ہیں۔ جو آج ہمیں مغربی زبانوں کے ترقی یافتہ Essay میں نظر آتی ہیں۔ اس لیے ان کے انشائیوں کا مطالعہ ایک دلچسپ ادبی و جمالیاتی تجربہ ہے۔ انشائیہ نگاری کا آغاز مشکور حسین یاد نے بہت کم عمری میں کر دیا تھا انہوں نے پہلا انشائیہ تیسری چوتھی جماعت میں اپنے دادا مرحوم کے نام تحریر کیا ان کے لیے اپنے ایک بیان کے مطابق انہوں نے پہلا انشائیہ ۱۹۳۵ء میں لکھا اس کے بارے میں وہ لکھتے ہیں: ''میں نے پہلا انشائیہ ۱۹۳۵ء میں لکھا تھا جب کہ میں ابھی تیسری چوتھی جماعت میں تھا۔ میں نے یہ انشائیہ اپنی مکتوب کی صورت میں اپنے دادا جان مرحوم کے نام تحریر کیا تھا۔''۲۲

مشکور حسین یاد کے اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا تعلق انشائیہ سے بہت قدیم ہے اور انہوں نے باقاعدہ ایسے لکھنے کا آغاز ۴۰۔۱۹۳۹ء سے کیا جب وہ اپنے سکول کے ادبی جریدہ کے ایڈیٹر تھے۔

مشکور حسین قیام پاکستان پر جب مشرقی پنجاب سے ہجرت کر کے پاکستان آئے تو انہوں نے ۵۱۔۱۹۵۰ء میں پھر ایسے لکھنے شروع کیے جو ملک کے اس وقت کے مشہور ادبی رسائل میں شائع ہوئے اور پھر یہ سلسلہ چل نکلا۔ جب ایسے کے لیے انشائیہ کا لفظ اپنایا گیا تو اس سلسلے میں مشکور حسین یاد لکھتے ہیں:

''غالباً ۵۹۔۱۹۵۸ء میں جب ایسے کے لیے انشائیہ کا لفظ اپنایا گیا تو مجھے مسرت ہوئی کہ یہ لفظ اس صنف کے موجد مونٹیسن (Monteson) کے دیئے ہوئے لفظ سے زیادہ مناسب اور موزوں ہے۔''۲۳

ربع صدی تک مشکور حسین یاد کا تعلق زندگی کے ایک ایسے شعبے سے رہا ہے جو معاشرے کے تمام طبقوں کی نمائندگی کرتا ہے اور جہاں ہمہ اقسام کے خام، نیم خام اور پختہ عناصر موجود ہوتے ہیں۔

بعض دفعہ ہلکے پھلکے انشائیوں میں بڑی گھمبیر مسائل کی طرف اشارے ملیں گے ان میں آپ کو عقل و وجدان کی کارفرمائی کے ساتھ مصنف کا ایمان بھی کارفرما نظر آئے گا۔ مشکور حسین کی کتاب جو ہر اندیشن کے ایک انشائیہ عمیر طبعی سے ایک اقتباس لیا گیا ہے ملاحظہ فرمائی:

''میں آج کون سا عظیم راز فاش کرنے والا ہوں اس ضمن میں پہلی بات یہ سن لیجیے کہ مجھے لوگوں کی عمریں بتانے میں بڑا ملکہ حاصل ہے۔ آپ میں اگر ہمت ہو تو آپ بلا تکلف مجھ سے پوچھ سکتے ہیں کہ آپ سے دنیا سے کب رخصت ہوں گے۔ میں آپ کو بالکل صحیح وقت بتاؤں گا۔ دن تاریخ کا تعین تو بہت معمولی بات ہے میں تو یہاں تک بتا سکتا ہوں کہ کتنے بج کر کتنے منٹ اور سیکنڈ پر آپ کی قبض کی جائے گی جب آپ انتقال فرما رہے ہوں گے تو اس وقت آپ کے سامنے کس کمپنی کا کیلنڈر رہو گا اس پر کسی ایکٹرس کی تصویر چھپی ہوئی ہو گی اس عظیم الشان تقریب رخصت آپ نے کونسا لباس زیب تن کیا ہو گا۔''۲۴

مشکور حسین یاد نے اردو انشائیہ کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ مشکور حسین یاد کے اسلوب کا اندازہ لگانے کے لیے ایک اور اقتباس ملاحظہ کیجیے جو''جو ہر اندیشہ'' ہی سے ایک انشائیہ ''ہرجائی'' سے لیا گیا ہے۔''ہرجائی ہونے میں آفاق کی وحدت کے پارہ پارہ ہو جانے سے زیادہ انسان کی اپنی ہستی کے پاش پاش ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے اور یہی اس مسئلہ کا نازک ترین پہلو ہے۔''۲۵

سید مشکور حسین یاد کے اسلوب کا اندازہ ان چند مثالوں سے لگایا جا سکتا ہے اسلوب کے بارے میں ایف۔ ای لوکس لکھتے ہیں:''اسلوب وہ طریق کار ہے جس سے فنکار دوروں کا متاثر کرتا ہے۔''۲۶

انشائیہ نگاری کامیابی کو اس کے انداز اسلوب کی مرہون منت ہوتی ہے۔ مشکور حسین یاد کے کچھ مضامین مشہور ادبی جریدے فنون میں بھی شائع ہوتے رہتے ہیں اور پھر بعد میں انہوں نے مزید مضامین لکھے اور انہیں ایک کتاب کی صورت ممکنات انشائیہ میں شائع کروایا ان کے اس اقدام کو ڈاکٹر سلیم اختر سراہتے ہوئے لکھتے ہیں:''مشکور حسین یاد نے بہت اچھا کیا کہ انشائیہ کی تکنیک، اسلوب اور اس سے وابستہ جملہ مسائل و مباحث پر اپنے شگفتہ انداز میں مزید مضامین قلمبند کر کے ایک کتاب تیار کر لی۔''۲۷

مشکور حسین کی کتاب''ممکنات انشائیہ'' میں روایتی تنقیدی کتب کا سا انداز مفقود ہے نہ تو اس میں انشائیہ کے آغاز اور ارتقا کا باقاعدہ تاریخی تذکرہ ملتا ہے اور نہ ہی اس کا اسلوب تنقیدی ہے بلکہ یہ تو مختصر مضامین ہیں جو مختلف عنوانات رکھتے ہیں اس میں انشائیہ اور اس کی فطرت کا جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ اس کی وسعت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ عام طور پر فرانس کو انشائیہ کا قرار دیا جاتا ہے۔ جس کو مشکور حسین یاد درست نہیں سمجھتے اس لیے وہ فرانس کو انشائیہ کی جائے شناخت قرار دے کر اس کا تذکرہ کرتے ہیں یہ تنقیدی اسلوب کی حاصل کتاب نہیں بلکہ اس کا اسلوب انشائی ہے زبان رواں اور طرز نگارش سادہ ہے جو تنقید کے لیے اس سے قبل اور شاید بعد میں کسی نے استعمال نہیں کیا ان کی اس سادہ رواں طرز تحریر کے بارے میں لطیف جعفری امکانات انشائیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"The language of the author is simple and crisp Conveying

both substance and sentimeant spontaneity and sincerity"28

سید مشکور حسین یاد بنیادی طور پر انشائیہ نگار ہی ہیں اس لیے انہوں نے انشائیے کو جیسا محسوس کیا اس کو ویسا ہلکے پھلکے انداز میں مضامین کی صورت میں تحریر کر دیا۔اس لیے ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

''میں سمجھتا ہوں کہ مشکور حسین یاد کے یہ مضامین تنقیدی انشائیے قرار دیے جا سکتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے تو تنقید لیکن اس تنقید کو خشک بنانے کے برعکس مشکور حسین یاد نے ان میں تحریر کی وہی لطافت اور اسلوب کی وہی شگفتگی بھر دی ہے جو انشائیہ کا وصف سمجھی جاتی ہے۔''۲۹

انشائیہ ایک بہت وسیع صنف ادب ہے اس لیے مشکور حسین یاد یہ نہیں چاہتے ہیں کہ اس کو ایک مخصوص ہیت میں مقید کر دیا جائے کیونکہ انشائیہ اس وقت ظہور میں آیا ہے جس وقت ذہن میں اگرچہ کسی مروجہ صنف ادب کا تو کوئی تصور بھی نہیں تھا لیکن آزادی کے ساتھ اپنی تخلیقی صلاحیت کے اظہار کی خواہش ضرور تھی۔اس لیے دیکھتے ہیں کہ انشائیہ کسی بھی فارم میں لکھا جا سکتا ہے۔یہ اس قدر وسیع صنف ادب ہے کہ اس کی وسعت کو پیش نظر رکھتے ہوئے خود مشکور حسین یاد لکھتے ہیں:''انشائیے پر کوئی قدغن عائد نہ کیجیے یہ طریقہ اظہار اور سب کچھ برداشت کر سکتا ہے لیکن کوئی قدغن برداشت نہیں کر سکتا۔قدغن لگ جائے تو اس پودے کی نشو ونما رک جاتی ہے۔''۳۰

انشائیے کے بارے میں مشکور حسین یاد اس حق میں نہیں ہیں کہ ایسے اصول وضوابط وضع کیے جائیں کہ اس میں اتنی مقدار میں مزاح ہو یا اتنا طنز ہو کہ بلکہ انشائیے میں تفریح ادب کی ہر صورت اپنے کمال پر نظر آ سکتی ہے۔انشائیہ میں ہنسنے ہنسانے والی تفریح یعنی طنز ومزاح کی بھی عمدہ سے عمدہ مثال کی جا سکتی ہے اور فکر والم کے اعلیٰ نمونے بھی اس کے ذریعے سامنے لائے جا سکتے ہیں۔یہ سب اس لیے ہے کہ انشائیہ ایک امکانی صنف ادب ہے یعنی امکانی صنف ادب سے مراد یہ ہے کہ مستقبل میں جو نئی اصناف ادب جنم لیں گی وہ بھی انشائیہ کے بطن سے پیدا ہوں گی۔انشائیے کو مشکور حسین یاد کوئی نئی صنف قرار نہیں دیتے ہیں۔وہ یہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ انشائیہ ہر انداز و اسلوب میں لکھے جا سکتے ہیں اس کے لیے کوئی مخصوص اسلوب یا مخصوص انداز نہیں ہے انشائیہ نگار جس زبان اور اسلوب کو زاویہ اظہار بنائے گا وہ اس کی شخصیت کا اظہار ہوگا۔

مشکور حسین یاد کی تحریروں کا مطالعہ کرتے ہیں تو کہیں بھی تلخی یا طنز کی کاٹ کا احساس نہیں ہوتا ہے۔مزاح چاہے کتنا بھی خالص کیوں نہ ہو اس کی بنیاد سماج اور معاشرے پر ہی جاتی ہے اور مشکور حسین یاد کے ہاں اس کا گہرا شعور ملتا ہے۔جیسا کہ ان کے مضمون استقبال برات، میں مختلف لوگوں کے رویے بیان کیے گئے ہیں اور معاشرے کی اس برائی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ لوگ معمولی معمولی باتوں کو کس طرح اپنی انا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں اور پھر اپنے لیے مسائل پیدا کرتے ہیں۔ان لوگوں کے رویوں کا ذکر کچھ اس انداز میں کیا گیا ہے۔

''برات جس طرف سے بھی آ رہی ہے آنے دیجیے ہم اپنے استقبال کرنے والوں سے درخواست کر لیتے ہیں کہ مغربی دروازے پر تشریف لے آئیں ابھی اتنا وقت ہے کہ وہ آسانی سے اس

طرف آ سکتے ہیں۔ بزرگوار نے ایک دم ناراض ہو کر کہا کیا مطلب ہم اتنے ذلیل ہیں کہ اپنے مہمانوں کو ادھر ادھر گھماتے رہیں اور برات والوں کے پاؤں مہندی لگی ہے کہ وہ ذرا اپنا راستہ تبدیل نہیں کر سکتے۔ میاں ہم لڑکی دے رہے ہیں اپنی عزت نہیں بیچ رہے ہیں۔''۳۱

تصنع اور حقیقت کے تصادم سے بے ہنگم صورت انکے ایک مضمون قربانی کے مہمان میں بھی نظر آتی ہے اقتباس ملاحظہ کیجیے۔

''صاحب خانہ مسکراتے ہوئے کہنے لگے: میاں آپ نے بات مزیدار کی ہے لیکن۔۔لیکن کیا؟ ہم نے پریشان ہو کر پوچھا۔ لیکن یہی کہ ہمیں فی الحال اس کمرے کی زیارت ہی کرنا پڑے گی۔ واقعی جناب نے درست فرمایا: قصائی کے آنے تک تو زیادت ہی کرنا ہو گی۔''۳۲

جدید سکول والے شعر و ادب پر گفتگو کم کرتے ہیں اور ان کے درمیان شاعری اور ادیبوں کا ذکر زیادہ رہا کرتے ہیں۔ شاید اس لیے کہ شعر و ادب پر گفتگو کے لیے مطالعے کی ضرورت ہوتی ہے اور شاعروں اور ادیبوں کے ذکر خیر کے لیے سنی سنائی کافی ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ جدید سکول والے مطالعہ بالکل نہیں کرتے دراصل یہ لوگ لکھتے ہیں۔ پڑھتے کم ہیں اور سوچتے بالکل نہیں۔ جدید سکول والے بڑے انسان پرست واقعہ ہوئے ہیں لیکن ان کے نزدیک انسان کے معنی صرف مزدوروں اور کسانوں کے ہیں اس سکول کے اراکین سے کوئی بھی مزدوروں اور کسانوں کے طبقے سے تعلق نہیں رکھتا اس لحاظ سے پتہ نہیں وہ آپ کو انسان سمجھتے ہیں یا نہیں بہر حال وہ صحیح معنوں میں انسان ہوں یا نہ ہوں انسان کی سی شکل و صورت ضرور رکھتے ہیں اور ہمیشہ کی طرح آج بھی ظاہر باطن سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ مشکور حسین یاد نے خوش گفتاری کو انشائیہ کے لیے لازمی قرار دیا ہے۔

حواشی:

۱۔ ظہیر الدین مدنی، ڈاکٹر، اردو ایسز (بمبئی: مکتبہ جامعہ ۱۹۵۵ء) ص ۹

۲۔ محمد ارشاد، ''مونتیسن انشائیہ اور انشائیہ نگار''مشمولہ: متون، لاہور جولائی، اگست ۱۹۷۲ء، ص ۴۲

3. Birken-Head, The Hundred best english essay" Ladan, 1947, P-6

4. Dr. Joinson "Fifty Great Essay" P-75 .

۵۔ غلام جیلانی اصغر، انشائیہ کیا ہے؟۔ مشمولہ: ادبی دنیا، لاہور شمارہ دہم (دور پنجم) ص ۲۵۴

6. Briken -Head,"The Hundred best english essay" Ladan,1997 P-8

۷۔ غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر، مضامین سرسید، (لاہور: مکتبہ خیابان ادب، ۱۹۶۷ء) ص ۵

۸۔ نظیر صدیقی، '' انشائیہ کیا ہے؟'' مشمولہ: نگار (اصناف ادب نمبر) پاکستان، کراچی، سالنامہ ۱۹۶۶ء، ص ۱۴۰

۹۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، نگار اور نکتے، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۶۸ء) ص ۲۱۵
۱۰۔ محمد حسین آزاد، مولانا، نیرنگ خیال، مرتبہ: ڈاکٹر محمد صادق، (لاہور: مجلس ترقی ادب ۱۹۷۲ء) ص ۴۸
۱۱۔ وحید قریشی، ڈاکٹر، اردو کا بہترین انشائی ادب (لاہور: مکتبہ میری لائبریری، ۱۹۶۴ء) ص ۱۱
۱۲۔ اختر اورینوی، بحوالہ انشائیہ کی بنیاد ڈاکٹر سلیم اختر، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء) ص ۱۵۷
۱۳۔ ذوالفقار علی، ''خواجہ حسن نظامی انشائیہ کے آئینے میں'' مشمولہ: زبان و ادب (خاص نمبر) پٹنہ، اگست، دسمبر ۱۹۸۱ء
۱۴۔ مرزا ادیب ''پیرایہ آغا'' مشمولہ: ادب لطیف، لاہور ستمبر ۱۹۵۹ء، ص ۳
۱۵۔ پاشا، احمد جمال، ''انشائیہ کی اصطلاح'' مشمولہ: اردو زبان (انشائیہ نمبر) سرگودھا، مارچ، اپریل ۱۹۸۳ء، ص ۴۱
۱۶۔ سہیل علی، بحوالہ انشائیہ کی بنیاد، ڈاکٹر سلیم اختر، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء) ص ۳۸۲
۱۷۔ نظیر صدیقی، شہرت کی خاطر (کراچی: اردو اکیڈمی، سندھ ۱۹۷۹ء) ص ۱۴۔۱۳
۱۸۔ نظیر صدیقی، ''انشائیہ کیا ہے؟'' مشمولہ: ادبی دنیا، لاہور، شمارہ: ۹ دور پنجم
۱۹۔ حامد بیگ، مرزا، ''انشائیہ کی کونپل'' مشمولہ: اوراق، لاہور جنوری، فروری ۱۹۸۱ء، ص ۲۰۹
۲۰۔ بشیر سیفی، ڈاکٹر، اردو میں انشائیہ نگاری، (لاہور: نذیر سنز پبلیشرز، ۱۹۹۸ء) ص ۲۰۶
۲۱۔ احمد ندیم قاسمی، (ابتدائیہ) ''جوہر اندیشہ'' (لاہور: مکتبہ اردو ڈائجسٹ، ۱۹۷۵ء) ص ۲۰۸
۲۲۔ یاد، مشکور حسین، ممکناتِ انشائیہ (لاہور:، پولیمر پبلی کیشنز، ۱۹۸۳ء) ص ۴۸۱
۲۳۔ ایضاً ص ۱۴۹
۲۴۔ یاد، مشکور حسین، جوہر اندیشہ (لاہور: مکتبہ اردو ڈائجسٹ، ۱۹۷۵ء) ص ۱۲۵
۲۵۔ ایضاً ص ۳۱۶
۲۶۔ ایف ایل لوکس، بحوالہ: اسلوب از عابد علی عابد (لاہور: مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۷۱ء) ص ۵۸
۲۷۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، (دیباچہ) ممکنات انشائیہ از مشکور حسین یاد (لاہور: پولیمر پبلی کیشنز، ۱۹۸۳ء) ص ۲۹
28. Lateef Jafri, "Dawn" 27th April, 1984
۲۹۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، بحوالہ ممکنات انشائیہ از مشکور حسین یاد، ص ۲۹
۳۰۔ یاد، مشکور حسین، ممکنات انشائیہ، ص ۴۷
۳۱۔ یاد، مشکور حسین، اپنی صورت آپ (لاہور: نسیم بکڈ پو ۱۹۷۷ء) ص ۲۷
۳۲۔ یاد، مشکور حسین، لاحول ولاقوۃ (لاہور: غالب پبلشرز، ۱۹۸۱ء) ص ۹۷۔۹۶